عہدِ حاضر میں تہذیب وشائستگی کے تصوّرات اور اسوۂ نبی ﷺ

Concept of Decency and Decorum in Contemporary Time in the Light of Prophetic (SAW) Life

ثمینہ سعدیہ*

For centuries the Muslim-Ummah has been ruling all over the known world due to its academic excellence, statesmanship, economic and military power. After 17th century, the Muslim-Ummah gradually started moving towards its decline. On the other side, the western civilization captured the horizon of the world. It was the beginning of the 19th century when the Muslims around the world went under the influence of the western civilization. The values and traditions of Islamic civilization were considered as hackneyed both mentally and practically. In Turkey, due to the impact of Ataturk and in the sub-continent due to the influence of English imperialism, the Muslims started to imitate western civilization in its dress, food, dialect, values and way of living etc. Western values and traditions became benchmark of decency and courtesy. In the contemporary era, modern means of communication have played a negative role in this respect. TV Dramas and commercials have made female-sex only a show-piece. Oriental traditions are openly criticized. On the other hand, Islam teaches its followers a life based on decency and discipline in all walks of life under Sīrat Al-Nabi (SAW). This research article throws light on the best example set by Prophet Muhammad (SAW).

اقوام و ملل کی تاریخ میں ملت اسلامیہ اپنے عقائد و افکار، اعمال و اخلاق اور معاشرت و معاملات کے اعتبار سے دنیا کی ممتاز ترین قوم رہی ہے قرون وسطی میں جب کہ یورپ پر وحشیانہ جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی مسلمانوں نے مغربی دنیا کے ہر ملک کو علوم و شائستگی کے آفتاب کی کرنوں سے منور کر دیا تھا لیکن انیسیوں صدی میں ترکوں کے تنزّل وانحطاط کے بعد دنیا کی رہنمائی کا منصب مغرب نے سنبھال لیا۔ مغربی تہذیب ایک سیلاب کی مانند اٹھی اور تمام روئے زمین پر چھاگئی۔ مغرب کی سائنسی ومادّی ترقی اور چکاچوند کر دینے والی مادر پدر آزاد تہذیب سے مسلمان ممالک بُری طرح متاثر ہوئے۔ مسلمانوں کی ذہنی غلامی کی تصویر سیّد مودودیؒ کے الفاظ میں: "ان پر مغرب کی تہذیب، مغرب کے افکار، مغرب کے علوم وفنون حکمران ہیں۔ وہ مغرب کے دماغ سے سوچتے ہیں۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

مغرب کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مغرب کی بنائی ہوئی راہوں پر چلتے ہیں۔ خواہ ان کو اس کا شعور ہو یا نہ ہو، بہر صورت یہ مفروضہ ان کے دماغوں پر مسلّط ہے کہ حق وہ ہے جس کو مغرب حق سمجھتا ہے اور باطل وہ ہے جس کو مغرب نے باطل قرار دیا ہے۔ حق، صداقت، تہذیب، اخلاق، انسانیت، شائستگی ہر ایک کا معیار ان کے نزدیک وہی ہے جو مغرب نے مقرر کر رکھا ہے۔ اپنے دین وایمان، اپنے افکار و تخیلات، اپنی تہذیب وشائستگی اپنے اخلاق وآداب سب کو وہ اسی معیار پر جانچتے ہیں۔ (۱)

خود مسلمانوں میں سے ہی ایسے افراد اٹھے جو مغربی تہذیب کے علمبردار بن گئے۔ ترکی میں مصطفیٰ کمال اتاترک جنہیں مغربی تہذیب سے حد درجہ عشق و شیفتگی تھی، عرفان اورگا نے اپنی کتاب "Ataturk" میں ان کے متعلق لکھا ہے: "وہ کہتا تھا کہ ہم کو ہر پہلو سے مرد بننا ہے۔ ہم نے بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ ہماری مصیبتوں کا سبب یہ تھا کہ ہم نے یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ دنیا کس راستہ پر جارہی ہے۔ ہم کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہئے کہ کوئی کیا کہتا ہے۔ ہم مہذب وشائستہ بن رہے ہیں اور ہم کو اس پر فخر کرنا چاہئے"۔ (۲)

تہذیب سے متعلق اس کا کیا تخیّل تھا اور وہ ترکی قوم کو کیا دیکھنا چاہتا تھا۔ "مصطفیٰ کمال اپنی قوم سے کہتا تھا ہم کو مہذّب وشائستہ قوم کا سالباس پہننا چاہئے۔ ہم کو دنیا کو دکھانا چاہئے کہ ہم ایک بڑی قوم ہیں۔ ہم کو دوسری قوم کے ناواقف لوگوں کو اپنے پرانے فیشن کے لباس پر ہنسنے کا موقع نہ دینا چاہئے۔ ہم کو زمانہ کے ساتھ ساتھ چلنا چاہئے۔" (۳)

اسی طرح ہندوستان میں سر سیّد احمد خان جو کہ ایک نہایت مخلص مسلمان تھے لیکن وہ بھی تہذیب وشائستگی کے مغربی طور طریقوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اپنے رسالہ "احکامِ طعام اہل کتاب" میں کھانے پینے اور طرزِ معاشرت میں انگریزوں کا طریقہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "پس اے مسلمانو! اس پر عمل کرو، خود پسندی و تکبّر کی نیت سے نہیں بلکہ اس نیّت سے کہ مسلمانوں کی حالت میں رفعت وبلندی پیدا ہو جائے

۱- سید ابوالاعلی مودودی، تنقیحات، اسلامک پبلی کیشنز، ستمبر ۲۰۰۶ء، ص ۶۔
2- Irfan Orga Margarete, ATTATURK Michael Jeseph ltd, London, 1962, p 297
3- Ibid, p 360

تاکہ اسی ذلّت ومسکنت کی بناء پر جس کے لوگ عادی ہو گئے ہیں۔ کوئی قوم ان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے۔ اللہ تعالیٰ کو ہمارے سینوں کا حال معلوم ہے اور وہ ہمارے قلوب کے متعلق صحیح فیصلہ کرتا ہے"۔ [(۱)]

تہذیب وشائستگی کے بدلتے تصوّرات اور ذرائع ابلاغ کا کردار:

اسلامی ممالک میں مغربی تہذیبی تصوّرات کے فروغ میں ذرائع ابلاغ کا بہت بڑا کردار ہے۔ عالمی اطلاعات کے اس نظام میں نوّے فی صد ذرائع ابلاغ پر ترقی یافتہ مغربی سامراجی ممالک کی اجارہ داری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی تہذیب وثقافت کے اثرات تمام دنیائے عالم میں پہنچ رہے ہیں۔ اسلامی ممالک کے ذرائع ابلاغ پر یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے تہوار ایسے دکھائے اور منائے جاتے ہیں گویا کہ یہ مسلمانوں کے بھی تہوار ہوں۔ ویلنٹائن ڈے، بسنت، اپریل فول اور ہیپی نیو ائیر کے پروگراموں کا جوش وخروش کے ساتھ اظہار کیا جاتا ہے۔

مغربی ذرائع ابلاغ مسلمانوں کو تہذیب وتمدّن سے عاری، دہشت گرد، وحشی اور جنونی قوم کے طور پر پیش کرتے ہیں اور خود کو انسانیت کا نجات دہندہ اور حقوق کا علمبردار قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ دعویٰ ان کے اخلاق وکردار کے بالکل برعکس ہے۔ یہ اپنے رحم وشفقت کے تمام دعوؤں میں قطعاً منافق ہیں۔ مغرب کا اصل چہرہ اور حقیقت ڈاکٹر مصطفی السباعی کے الفاظ میں "گزشتہ دوعالمی جنگوں میں مغربی اقوام کی سنگدلی کے آثار اور اسلامی مشرقِ وسطیٰ میں ان کے اخلاق واعمال واضح شہادت دے رہے ہیں کہ حکمرانی اور جنگ کے میدان میں ان لوگوں کا کردار حد درجہ ظالمانہ اور بربریّت کا نمونہ تھا۔ ان لوگوں کی یہ منافقانہ پالیسی اب کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ بین الاقوامی مجالس میں تو اپنی تہذیب وتمدّن، انسانیت دوستی اور محبت وشفقت کا یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں لیکن اپنی لڑائیوں میں، اپنے مقبوضات میں اور اپنی کالونیوں میں وہ کھلے بندوں اپنے وحشی پن اور خون آشامی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔"[(۲)] اس کے برعکس اسلام تو جنگوں میں بھی تہذیب وشائستگی ملحوظ رکھنے کا درس دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی

۱۔ سرسید احمد خان، تہذیب الاخلاق، ۲/۵، بحوالہ مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، مجلس نشریات اسلام کراچی، جون ۱۹۷۰ء، ص ۹۷۔

۲۔ مصطفی السباعی، اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو، مترجم معروف شاہ شیرازی، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور فروری ۲۰۰۶ء، ص ۱۶۳۔

کئی ایک احادیث جہاد کے دوران عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنے سے منع کرتی ہیں۔[1] اسی طرح کافروں کی لاشوں کا مثلہ کرنے سے بھی منع کیا ہے۔[2] حالانکہ اس وقت عرب میں دشمنوں کا مثلہ کرنے کا عام رواج تھا۔

مغرب کا تصورِ الحاد اور مادہ پرستی کے تہذیبی اثرات:

الحاد و دہریت اور مادہ پرستی کے تصورات نے اہلِ مغرب کو خدا اور کلیسا سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اللہ سے انکار اس تہذیب کی بنیادوں میں شامل ہے۔ جین پال لکھتا ہے: "خدا ایک عفریت ہے خدا مر چکا ہے، خدا نہیں انسان مختار مطلق ہے۔"[3] ہمیں الہٰی قوانین اور ہدایت کی ضرورت نہیں۔ کوئی مستقل دینی اور اخلاقی اقدار نہیں ہوتیں۔[4] عبادات اور کلیسا کی مغربی معاشرے میں کوئی خاص اہمیت نہیں۔ بقول سید قطب شہید: "جب سے لوگوں نے کلیسا کو چھوڑ دیا، اجتماعی زندگی کلیسا سے کٹ گئی۔ اور جب سے دورِ احیاء عصر روشن اور موضوعی مادی فلسفہ نے لوگوں کو کلیسا سے متنفر بنایا، اس وقت سے کلیسا معاشرے اور لوگوں کے پیچھے کھینچا چلا آرہا ہے۔ اب کلیسا کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ معاشرے اور لوگوں کو مذہب کی طرف مائل کرے۔ بلکہ اب مقصد یہ ہے کہ وہ کسی طرح عوام کی خوشنودی حاصل کرے۔"[5]

مغربی تہذیب کے برعکس اسلامی تہذیب ایک مکمل، مستقل اور عالمگیر تہذیب ہے۔ جس کا الٰہی تعلیمات پر مشتمل اپنا ضابطہ ءحیات ہے۔ قرآن کریم میں اس ضابطہ ءحیات کو دین کا نام دیا گیا ہے۔ دین اسلام اپنے ماننے والوں کو ایمانیات، عبادات اور طہارت کے ذریعے ہر دائرہ حیات میں تہذیب و شائستگی کی تعلیم دیتا ہے۔

۱۔ مسلم بن حجاج القشیری، **صحیح مسلم**، کتاب الجهاد والسير، باب تحريم قتل النساء والصبيان فی الحرب، رقم الحدیث۱۷۶۶۔

۲۔ ابوداؤد، **سنن ابی داؤد**، کتاب الجهاد، باب فی النهي عن المثلة، رقم الحدیث۲۶۶۷۔

3- Jean Paul Sartre, Existentialisms as Humanism, (Tr. Philip Maifrt Rutledge, London, 1997, p 284.

4- Jean Paul Sartre, Being and Nothingness, Philosophical Library, New York 1956, p122.

۵۔ سید قطب شہید، **اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل**، مترجم، ساجد الرحمن صدیقی، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، لاہور، جون ۱۹۴۵ء، ص۸۹۔

ایمانیات کے ذریعے تہذیب وشائستگی کی تربیت:

اسلامی تہذیب میں افرادِ انسانی کے تزکیہ نفس اور تعمیرِ شخصیت میں سب سے اہم چیز ایمانیات ہے۔ یعنی توحید، رسالت، آخرت، فرشتوں اور آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنا۔ اسلام کا نظامِ ایمانیات ایک مسلمان کو مہذّب وشائستہ بنانے میں کیا کردار ادا کرتا ہے۔ سیّد مودودیؒ کے الفاظ میں: "اسلام کے نظامِ تہذیب کو مختلف عقلی اور علمی مراتب رکھنے والی وسیع انسانی آبادیوں اور ان کی زندگی کے مخفی اور جزئی سے جزئی شعبوں تک میں اپنی حکومت قائم رکھنے اوراپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لیے جس قوت کی ضرورت ہے وہ صرف انہی ایمانیات سے حاصل ہوسکتی ہے۔"(۱)

نظامِ عبادات کے ذریعے تہذیب وشائستگی کی تربیت:

افرادِ معاشرہ کی ذہنی وفکری تطہیر اور جسمانی طہارت ونظافت میں اسلام کے نظامِ عبادات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ بقول امام ابن تیمیہ "فبالقیام بالصلوة والزکاة والصبر یصلح حال الراعی والرعیة"(۲) (یعنی نماز زکوۃ اور صبر کے قیام سے راعی اور رعایا دونوں کے احوال درست رہتے ہیں)۔

اسلام کے نظامِ عبادات کا سب سے پہلا رکن نماز ہے۔ نماز دین کا ستون ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صرف نماز کے ساتھ ہی تہذیب وشائستگی کے حکیمانہ اصول وطریقے وابستہ ہیں۔ غیر مسلموں میں طہارت ونظافت کا وہ تصوّر ناپید ہے جو اسلام نے دیا ہے۔ اسلام نے ہر نماز سے پہلے وضو کو فرض قرار دے کر مسلمانوں کو پاک وصاف رہنے کا خوگر بنایا۔ استنجا، بیت الخلاء اور طہارت کے وہ آداب سکھائے جن سے آج بھی دنیا کی تہذیب یافتہ اور ترقی یافتہ قومیں نابلد ہیں۔ دانتوں اور منہ کی صفائی کے لیے ہر نماز سے قبل مسواک کی تاکید فرمائی۔(۳)

۱۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی، **اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی**، اسلامک پبلی کیشنز، ص ۱۱۲-۱۱۳۔

۲۔ ابن تیمیۃ احمد بن عبد الحلیم (م ۷۲۸ھ)، **السیاسة الشرعیة فی اصلاح الراعي والرعیة**، وزارة الشؤن الاسلامیة والأوقاف والدعوة، المملكة العربية السعودية، ۱۴۱۸ھ، ج۱، ص ۱۰۶۔

۳۔ ملاحظہ ہو: ابوداؤد، **سنن ابی داؤد**، کتاب الطهارة، باب السواک۔

وقت کی پابندی مہذب اور بااصول لوگوں کی خصوصیت ہے۔ پانچ وقت نماز کی پابندی کے ساتھ ادائیگی سے اوقاتِ کار خود بخود منظم ہو جاتے ہیں۔ نماز کے دوران صف بندی کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا (سووا صفوفکم أو ليخالفن الله بين وجوهكم)[1] نمازیوں کا ایک امام کی اقتداء میں اکٹھے رکوع و سجود اور قیام کرنا ان کے اندر نظم وضبط کی صفت پیدا کرتا ہے جو کہ مہذّب اور شائستہ زندگی کا خاصہ ہے۔ مہذّب معاشروں کے افراد شرم وحیا جیسے اعلیٰ اوصاف سے آراستہ و پیراستہ ہوتے ہیں۔ شرم وحیا کا وصف پیدا کرنے کے لیے ستر پوشی نہایت ضروری ہے۔ عرب کے بدّو اس تہذیب سے ناواقف تھے۔ حتیٰ کہ عرب کے بعض لوگ خانہ کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کیا کرتے تھے۔[2] آج مغربی تہذیب کے زیرِ اثر مسلمان عورتوں نے بھی نیم برہنہ، باریک اور چست لباس پہننا شروع کر دیا ہے۔ نماز ان کی بھی اصلاح کرتی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حدیث مبارکہ ہے کہ: (ستر عورت کے بغیر نماز نہیں ہوتی)۔[3]

نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نماز کی ادائیگی میں اطمینان وسکون کو ملحوظ خاطر رکھنے کی تاکید فرمائی۔[4] حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ارشاد سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جماعت میں شامل ہوتے وقت بھی وقار واطمینان کا لحاظ رکھا جائے۔ بھاگ دوڑ نہ کی جائے۔ حدیث کے الفاظ ہیں: (وعليكم بالسكينة فما ادركتم فصلوا)[5] (سکون ووقار اختیار کرو اور جتنا حصہ نماز سے مل جائے اسے ادا کرو)۔

نماز کی حالت میں تھوکنا اور خصوصاً سامنے تھوکنا تہذیب وشائستگی کے منافی ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ کرام سے فرمایا: (نماز میں کوئی شخص سامنے نہ تھوکے کہ اس وقت وہ خدا کے آمنے سامنے ہوتا ہے)۔[6]

۱- ابن ماجہ، **سنن ابن ماجة**، كتاب الصلوة، باب اقامة الصفوف، رقم الحدیث ۹۹۴۔

۲- محمّد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحيح**، كتاب الحج، باب لا يطوف بالبيت عريان، رقم الحدیث ۱۶۲۲۔

۳- ابوداؤد، **السنن**، كتاب الصلوة، باب المرأة تصلى بغير خمار، ۶۴۱۔

۴- ابوداؤد، السنن، **كتاب الصلوة**، باب الصلاة من لا يقيم صلبه فى الركوع والسجود، رقم الحدیث ۸۵۶۔

۵- مسلم بن حجاج القشیری، **صحيح مسلم**، كتاب الصلوة، باب استحباب اتيان الصلوة بوقار وسكينة، رقم الحدیث ۲۶۳۔

۶- النسائی، **السنن**، كتاب المساجد، باب النهي عن ان يتنخم الرجل فى قبلة المسجد، رقم الحدیث ۷۲۵۔

سید سلیمان ندوی نماز کی تہذیبی اعتبار سے اہمیت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ "نماز تو درحقیقت ایمان کا ذائقہ، روح کی غذا اور دل کی تسکین کا سامان ہے۔ مگر اسی کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کے اجتماعی، اخلاقی، تمدّنی اور معاشرتی اصلاحات کا بھی کارگر آلہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ذریعہ سے اخلاق وتمدّن ومعاشرت کی جتنی اصلاحیں وجود میں آئیں ان کا بڑا حصہ نماز کی بدولت حاصل ہوا۔ اسی کا اثر ہے کہ اسلام نے ایک ایسے بدوی، وحشی اور غیر متمدّن ملک کو جس کو پہننے اوڑھنے کا بھی سلیقہ نہ تھا، چند سال میں ادب وتہذیب کے اعلیٰ معیار پر پہنچادیا اور آج بھی اسلام جب افریقہ کے وحشی سے وحشی ملک میں پہنچ جاتا ہے تو وہ ملک کسی بیرونی تعلیم کے بغیر صرف مذہب کے اثر سے مہذّب ومتمدّن ہو جاتا ہے۔ متمدن قوموں میں جب وہ پہنچ جاتا ہے تو ان کے تخیّل کو بلند سے بلند تر، پاکیزہ سے پاکیزہ تر بنا دیتا ہے۔ اور ان کو اخلاص کی وہ تعلیم دیتا ہے جس کے سبب سے ان کا وہی کام جو پہلے مٹی تھا اب اکسیر بن جاتا ہے"۔ (۱)

مغربی تہذیب وثقافت کے تصور حصول لذت اور مادہ پرستی نے شخصیت کے سنوارنے، اچھا لباس پہننے، اچھی سواری رکھنے اور گھر کو آراستہ کرنے کی آرزو نے مسابقت کی ایسا فضا پیدا کر دی ہے کہ جس کی وجہ سے معاشرے میں مفادات کا تصادم، اور تقسیم دولت میں گہری ناہمواری پیدا ہو گئی ہے۔ دولت مندی کی برق رفتار اڑان نے معاشرے کو طبقات میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور ایسا منظر پیش کر دیا ہے جسے ماہرین سماجیات سوشل ڈراونزم (Social Darwinism) کا نام دیتے ہیں۔ یعنی ایسا نظام جس میں مقاصد کے حصول کے لیے ہر ذریعہ اختیار کرنا جائز ہے۔ (۲)

اس کے برعکس اسلام کا نظامِ زکوۃ دولتمند افراد کو خود غرضی، خود پسندی اور عیش پرستی جیسے رذائل اخلاق اور مفلس افراد کو گداگری، دنائت، ذلّت پرستی اور کم ہمّتی جیسے پست اخلاق سے بچانے کے لیے دونوں طبقوں کی اصلاح وشائستگی میں معاون ومددگار ہوتا ہے۔

افرادِ معاشرہ کے دلوں کی پرہیزگاری اور صفائی کے لیے روزہ جیسی اہم عبادت مشروع کی گئی۔ انسانوں کے دلوں میں گناہوں کے اکثر جذبات بہیمی قوت کی افراط سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان جذبات کی شدّت کو کمزور کرنے کے لیے روزہ تہذیب نفس میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ بقول محمد السیّد الشیخون: "ان الصّیام وسیلة الی اصلاح

۱- علامہ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۲ء، ج ۴/۵، ص ۱۰۰۔

2- J.M. Kenzz, The End cy laissez Faire, Howgerth Press, 1926, P13,14.

النفوس وتهذيبها انه يرى فى الانسان فضيلة الصدق والوفاء والاخلاص والامانة والصبر عند الشدائد"[1] (روزہ نفوسِ انسانی کی اصلاح اور تہذیب کا وسیلہ ہے۔ اس سے انسان میں سچائی، وفاء، اخلاص، اَمانت اور تکالیف کے وقت صبر کرنا جیسے فضائل پیدا ہوتے ہیں)۔

حج کی صحیح آداب وشرائط کے ساتھ ادائیگی مسلمانوں میں اجتماعی اور آفاقی سطح پر نیکی، پرہیزگاری، صلح وآشتی اور اخوّت وبھائی چارہ جیسے اوصافِ حمیدہ پیدا کرتی ہے۔ مہذّب وشائستہ انسان کبھی جھگڑالو نہیں ہوتا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾[2] (تو جو ان مہینوں میں حج اپنے اوپر فرض کرے تو حج میں نہ عورت کے ساتھ بے پردہ ہونا اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا ہے)

الغرض اسلام کا نظامِ عبادات افرادِ معاشرہ کی فکری وذہنی تطہیر اور جسمانی پاکیزگی وصفائی کے ذریعے ان میں اعلیٰ درجے کی تہذیب وشائستگی کو ترویج دیتا ہے کہ اس نظامِ عبادات میں ڈھلے ہوئے افراد ایک متمدّن اور فلاحی معاشرہ کی تشکیل کے ضامن بن جاتے ہیں۔

اسلام کے نظامِ طہارت کے ذریعے تہذیب وشائستگی کی تربیت:

مہذّب معاشروں کے افراد باوقار، شائستہ اور نفیس زندگی گزارنے کے لیے معمولاتِ زندگی میں ایسے عمدہ قواعد وضوابط اپناتے ہیں جو متمدّن ومہذب زندگی کے لیے ضروری ہوتے ہیں اور جن کی پابندی سے افرادِ معاشرہ کی زندگی پر سکون اور خوشگوار ہو جاتی ہے۔ قبل از اسلام عرب کا معاشرہ طہارت ونظافت اور تہذیب وتمدّن سے عاری وبیگانہ تھا۔ طہارت ونظافت کے لیے اللہ ربّ العزت نے نبی اکرم ﷺ کو یہ اصولی حکم ارشاد فرمایا: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾[3] (اور اپنے کپڑوں کو صاف رکھئے اور گندگی سے دور رہئے)۔

اس حکمِ الٰہی کے تحت نبی اکرم ﷺ نے امّتِ مسلمہ کی تہذیب وتربیت کے لیے معمولاتِ زندگی میں ایسے آداب کی تعلیم دی ہے جن کے اپنانے سے انسان مہذّب، باوقار اور شائستہ بن جاتا ہے۔ دینِ اسلام نے بدن کی

۱۔ محمد السید الشیخون، العبادات فى الاسلام واثرها فى اصلاح المجتمع، الجامعہ الاسلامیہ، ۱۹۷۷ء، ص۹۵۔

۲۔ سورۃ البقرۃ: ۱۹۷۔

۳۔ سورۃ المدثر: ۴-۵۔

تہذیب وشائستگی اور اس کی وضع وساخت کو فطرت پر قائم رکھنے کے لیے "خصائل فطرۃ" کے نام سے ایک مکمل دستور العمل پیش کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: (خصال فطرت پانچ چیزیں ہیں۔ ختنہ کرانا، موئے زیرِ ناف، بغل کے بال صاف کرنا، ناخن اور مونچھ ترشوانا)۔[1] ایک اور حدیث میں خصالِ فطرت دس تک پہنچ گئے ہیں۔ (مونچھ ترشوانا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن ترشوانا، انگلیوں کے درمیان جو جگہ ہے اس کو دھونا، بغل کے بال صاف کرنا، زیرِ ناف کو صاف کرنا، پانی سے استنجا کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ دسویں بات میں بھول گیا، غالبًا کلی کرنا ہوگی)۔[2]

مونچھیں بڑھانے کا فیشن تہذیب مغرب کی وجہ سے کم ہوگیا ہے۔ لیکن داڑھی بڑھانے کی بجائے اس کے منڈانے کا فیشن ابھی اسی طرح موجود ہے۔ یہ اسلامی شعار کے خلاف ہے۔ کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: (مجوسیوں کے بر خلاف تم مونچھیں ترشواؤ اور داڑھی بڑھاؤ)۔[3] آج کل مسلمان عورتوں میں ناخن بڑھانے اور ان کو ریت ریت کر صاف کرنے اور سنوارنے کا فیشن موجود ہے، جو کھانے پینے کی گندگی کا باعث ہے۔ خصالِ فطرت کی پابندی سے انسان نہ صرف مہذّب اور باوقار نظر آتا ہے۔ بلکہ طبّی لحاظ سے بھی متعدد بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

اسلام کے نظامِ طہارت میں ہر نماز سے قبل وضو اور جنابت وناپاکی کی صورت میں غسل کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے جمعہ کے دن غسل کرنے کی تاکید فرمائی ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ مسلمان ہمیشہ صاف ستھرا رہے اور اسکے گندا رہنے کی وجہ سے مسلمانوں کے اجتماع میں کسی دوسرے کو تکلیف وپریشانی نہ ہو۔

عصرِ حاضر میں پاکستانی معاشرہ میں ایک طرف فیشن کے دلدادہ لمبے اور بکھرے بالوں والے نوجوان، مغربی تہذیب کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں، دوسری طرف میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس جعلی پیروں، فقیروں کا وہ طبقہ بھی ہے جو الجھے، بکھرے اور لمبے بالوں کو نیکی اور تقوٰی کی علامت بنائے بیٹھا ہے۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ کی تعلیم اس کے بر خلاف ہے۔ چنانچہ ایک بار نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں

۱۔ مسلم بن حجاج القشیری، **صحیح مسلم**، کتاب الطهارة، باب خصائل الفطرة، رقم الحدیث۲۵۷۔

۲۔ مسلم بن حجاج القشیری، **صحیح مسلم**، کتاب الطهارة، باب خصائل الفطرة، رقم الحدیث ۲۶۱۔

۳۔ مسلم بن حجاج القشیری، **صحیح مسلم**، کتاب الطهارة، باب خصائل الفطرة، رقم الحدیث۲۵۹۔

تو فرمایا کہ اس کے پاس بالوں کو ہموار کرنے کا سامان نہ تھا۔[1] ایک دوسرے شخص کو دیکھا کہ وہ میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس ہے تو فرمایا کہ اس کو پانی نہیں ملتا تھا کہ جس سے وہ اپنے کپڑوں کو دھولیتا۔[2]

عرب کے لوگ تہذیب وتمدّن سے کم آشنا تھے۔ مسجد میں آتے تو عین نماز میں دیواروں پر یا سامنے زمین پر تھوک دیتے۔ آپ ﷺ اس کو نہایت ناپسند فرماتے۔ دیواروں پر تھوک کے دھبوں کو خود چھڑی کی نوک سے کھرچ کر مٹاتے۔ ایک دفعہ تھوک کا دھبہ دیوار پر دیکھا تو اس قدر غصہ آیا کہ چہرہ مبارک سرخ ہوگیا۔ ایک انصاری عورت نے دھبہ مٹایا اور اس جگہ خوشبو لا کر ملی، آپ ﷺ نہایت خوش ہوئے اور اس کی تحسین فرمائی۔[3]

نبی اکرم ﷺ کی اس تعلیم نے جو صرف نماز کے لیے تھی نہ صرف اہل عرب بلکہ تمام امتِ مسلمہ کو طہارت ونظافت سے متعلق ایسے آداب سکھادیئے جن سے آج کی متمدّن قومیں محروم ہیں۔ طہارت ونظافت سے متعلق نبی اکرم ﷺ کی ان ہدایات کی روشنی میں بحیثیت مسلمان ہر فرد کو اپنے کپڑوں، گھروں، گلیوں اور محلّوں کو صاف رکھنا نیز جہازوں، ریل گاڑیوں اور پبلک مقامات پر موجود غسل خانوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا اور صاف کرنا لازم ہے۔ جو صحابہ کرام ؓ طہارت کا اہتمام کرتے تھے اللہ تعالی نے ان کی مدح یوں فرمائی: ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا﴾[4] (ان میں سے ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ وہ پاکیزہ رہیں)۔

نظامِ تعلیم پر مغربی تہذیبی اثرات:

اسلامی نظریہ کے مطابق علم، تربیت سے علیحدہ نہیں۔ عہدِ حاضر میں مغربی تہذیب کے غلبہ اور اثرات کی وجہ سے ہمارا نظامِ تعلیم، تعلیم یافتہ لیکن بے کردار نسل تیار کر رہا ہے۔ ہمارے ملک میں بہت سے نجی تعلیمی ادارے ایسے ہیں جن میں انگریزی نظامِ تعلیم رائج ہے۔ ان اداروں سے مغربی طور طریقوں اور سانچوں میں ڈھلے

۱۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی غسل الثوب، رقم الحدیث ۴۰۶۲۔

۲۔ ایضا، ۴۰۶۳۔

۳۔ النسائی، سنن النسائی، کتاب المساجد، باب تخلیق المساجد، ۷۲۹۔

۴۔ سورۃ التوبہ: ۱۰۸۔

ہوئے افراد فارغ التحصیل ہو رہے ہیں۔ جن کے نزدیک اسلام کی اعلیٰ اخلاقی اقدار اور تہذیبی روایات فرسودہ اور دقیانوسیت پر مبنی ہیں۔ ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری کے مطابق:

> Ever since the western type of education has been introduced in Muslim lands... a development which in most cases followed the dominance of European colonial powers... it has generally been resented as a potent for the destruction of Islamic socio-cultural identity. (1)

سرکاری تعلیمی ادارے بھی تعلیم و تربیت سے قطع نظر مجرد حصولِ علم پر زور دے رہے ہیں۔ چنانچہ طالب علموں کا مقصدِ زندگی زیادہ سے زیادہ نمبر لینا یا ڈگری کا حصول بن گیا ہے۔ مغربی تہذیب کے اثرات کی بناء پر استاد اور شاگرد کے مابین احترام و تقدّس کا تعلق ناپید ہو رہا ہے۔ لہٰذا استاد کے لیے لازم ہے کہ وہ خود اپنی نگاہ میں معزز و محترم ہو۔ اپنے منصب و پیشے کو قابلِ تکریم سمجھتا ہو۔ قول و فعل میں ہم آہنگی رکھتا ہو۔ تاکہ اس کی سیرت و کردار طالب علم کے لیے مشعلِ راہ بنے۔

ہمارے نصابِ تعلیم میں مغربی تہذیب کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ اکثر نجی تعلیمی اداروں میں مغربی اداروں کی تیار کردہ کتابیں نصاب میں شامل ہیں حالانکہ ضروری ہے کہ اس نظامِ تعلیم میں ایسا نصابِ تعلیم رائج ہو جو اسلامی تہذیب و معاشرت کی عکاسی کرتا ہو۔ بقول پروفیسر محمد سلیم: "درسی کتب کا مجموعہ تہذیبی پس منظر اسلامی ہو۔ صرف لسانیات و ادب سے ہی نہیں ہر کتاب سے، حتی کہ ریاضی کی کتاب سے بھی تہذیب و معاشرت کی عکاسی ہوتی ہے کہ عبارتی سوالات میں کس طرح کے تصوّرات پیش کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی دیگر کتابوں میں ناموں، مثالوں، قصوں اور کہانیوں اور علامتوں کے انتخاب سے مسلمانوں کی اپنی تہذیب و تمدّن کا اظہار ہو۔"(۲)

1- Dr. Zafar Ishaq Ansari, Teachers training (The Islamic persecution) institute of policy studies, and international institute of Islamic thought, 1996, p:7.

۲- پروفیسر محمد سلیم، اسلامی ریاست میں نظامِ تعلیم، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ص ۱۴۶۔

قوموں کا رسم الخط اور تحریر ان کے مخصوص مزاج اور ذہنیتوں کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اسلامی معاشروں میں رسم الخط اور فنّ خطاطی کی بہت زیادہ اہمیت رہی ہے۔ خود نبی اکرم ﷺ نے جنگِ بدر کے ان اسیر ان سے جو فدیہ نہیں ادا کرسکتے تھے ان کو اس شرط پر رہا کیا کہ مدینہ میں رہ کر لوگوں کو لکھنا سکھادیں۔[1] صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ فنّ خطاطی بھی سکھاتے تھے۔[2]

پاکستان میں اردو اور اسلامیات کے سوا باقی تمام مضامین میں ذریعہ تعلیم اردو کے بجائے انگریزی زبان ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ طالب علم نہ اردو میں ماہر ہوتے ہیں اور نہ ہی انگریزی تحریر پر عبور حاصل کرپاتے ہیں۔

خوش خطی جو مدارس کی تعلیم کا لازمی جزو تھا اب مفقود ہوتا جارہا ہے۔ خوبصورت تحریر، خوبصورت شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ خطاطی سے سمجھداری، خوداعتمادی، قوتِ ارادی اور تعلیمی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ دینِ اسلام فنِ تحریر میں نفاست اور خوبصورتی پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ اسلامی ادبیات میں تحریر و کتابت میں نفاست اور صفائی کے اصول بھی ملتے ہیں۔ مثلاً کاغذ کو موڑنے سے پہلے اس کی سیاہی کو ریگ ڈال کر خشک کرلو،[3] حرف "س" کے شوشے برابر دیا کرو اور اس کو شوشوں کے بغیر نہ لکھا کرو۔[4] لکھتے ہوئے اگر کچھ رکنا پڑے تو کاتب کو چاہئے کہ قلم اپنے کان پر رکھ لے۔ کیونکہ اس سے لکھنے والے کی زیادہ آسانی سے یاددہانی ہوجاتی ہے۔[5]

۱۔ محمد بن سعد بن منیع الزہری (م ۲۳۰ھ)، **الطبقات الکبری**، تحقیق محمد عبد القادر عطا، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰ء، ج ۲، ص ۱۶۔

۲۔ ابن عبدالبر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر القرطبی (م ۴۶۳ھ)، **الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب**، مکتبہ دار الباز مکہ المکرمہ، ج ۲، ص ۱۸۳؛ ابن الاثیر، (م ۶۳۰ھ) محمد بن محمد عبدالکریم، **اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ**، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ج ۳، ص ۱۰۴۔

۳۔ عبدالحیٰ الکتانی، **نظام الحکومۃ النبویۃ المسمی بالتراتیب الاداریۃ**، داراحیاء التراث العربی، ج ۱، ص ۱۲۹۔

۴۔ ایضا، ۱۲۵۔

۵۔ ایضا، ج ۱، ص ۱۲۵؛ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں اگرچہ اوپر کی تینوں باتیں مجھے صحیح حدیثوں میں نہیں ملیں لیکن یہ ناممکن یا غیر معقول چیزیں نہیں ہیں۔ (**عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی**، ص ۲۵۲)

عام بول چال میں انگریزی زبان کا بے تحاشا استعمال پاکستانی قوم کا نہ صرف وطیرہ بن چکا ہے بلکہ اسے تہذیب و شائستگی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ بول چال کے علاوہ رفتہ رفتہ تحریروں میں بھی انگریزی الفاظ کا کثرت سے استعمال لمحہ فکریہ ہے۔ اردو مضامین ناول اور کہانیوں میں انگریزی الفاظ کا بکثرت استعمال قوم کی ذہنی غلامی کی عکاسی کرتا ہے۔ دو دو زبانوں میں لکھی جانے والی تحریر لکھنے والے اور پڑھنے والے دونوں کی شخصیتوں کو متلون مزاج اور ملمع ساز بنا دیتی ہے۔ مہذب اور شائستہ انسان کبھی متلوّن مزاج اور ملمع ساز نہیں ہوتا۔ لہٰذا اردو رسم الخط، فن تحریر اور خوش خطی کو ترویج دینے کی حکمتِ عملی کی ضرورت ہے۔

سماجی روابط اور مغرب کا تصور انفرادیت:

مغرب کے تصورِ انفرادیت (Individualism) نے معاشروں کی شکست وریخت پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ جس کے مطابق فرد کو اجتماع پر زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔[۱]

مغرب کے تصور انفرادیت کے برعکس اسلام اجتماعیت پر زور دیتا ہے۔ علاّمہ ابن مسکویہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اجتماعیت انسانیت کی فطرت کا تقاضا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "تہذیب الاخلاق" میں لکھتے ہیں "انسان طبعاً انسانیتِ عامہ کی بہتری چاہتا ہے۔ کسی ایک انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ تنہا انسانی تمدّن اور تہذیب کے تمام مطالبات کو پورا کرے۔ اس لئے انسانوں کے لیے ضروری ہے کہ کثیر تعداد میں بیک وقت اپنی مشترکہ بہتری کے لیے جمع ہو جائیں اور باہمی تعاون سے انسانی ترقی کے لیے کام کریں۔"[۲]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اجتماعی نظم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "ہر فرد انسانی اپنی تخلیق کی رو سے تنہا نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اجتماعی نظام بنانے پر مجبور ہے۔"[۳] اسی لیے دینِ اسلام نے ہر ان دو انسانوں پر جو ایک دوسرے کے قریب رہتے ہوں آپس کی محبت اور امداد کی ذمّہ داری رکھی ہے۔ اسلامی تہذیب کے اس زرّیں

1- David Cooper, The death of the family, Penguin Harmonds work, 1972, p: 342.

۲- ابو علی احمد بن محمد ابن مسکویہ، (م۴۲۱ھ)، **تہذیب الاخلاق وتطهیر الاعراق**، تحقیق ابن الخطیب، مکتبہ الثقافہ الدینیہ، ج۱، ص۲۳-۲۲۔

۳- ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، (م۵۰۵ھ) **احیاء علوم الدین**، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ج۳، ص۲۲۵-۲۲۶۔

اصول سے آج کل کی مہذّب سوسائٹیاں عاری ہیں۔ ان میں بسنے والے لوگ عموماً ایک دوسرے سے لا تعلق اپنی اپنی زندگیوں میں مگن رہتے ہیں۔ دینِ اسلام کی تعلیم اس کے برعکس ہے۔ وہ مستقل ہمسائے کے ساتھ حسنِ سلوک پر زور دینے کے ساتھ ساتھ مختصر وقت کے ساتھی کے ساتھ بھی شائستہ سلوک کی تاکید کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ﴾[1] (اور اللہ نے ہمسایہ قریب اور ہمسایہ بیگانہ، پہلو کے ساتھی اور مسافر کے ساتھ نیکی کا حکم دیا ہے)۔

ہمسائیوں سے بہترین تعلقات اور روابط قائم کرنے کے لیے یہ ایک اصولی ہدایت ہے۔ اس کی مزید تائید نبی مکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (اللہ کے نزدیک ساتھیوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لیے اور پڑوسیوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہے)۔[2]

مغرب کا تصورِ حریت اور جدت پسندی کے تہذیبی اثرات :

مغرب کے تصور حریت (Liberalism) جدت پسندی اور روشن خیالی کے تصورات نے اسلامی معاشروں پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ انہی تصورات نے تحریکِ آزادی نسواں کو جنم دیا، جو حقوق کے تحفظ کے نام پر اخلاقی قدروں کے ایک حصے کو ناقابل عمل سمجھتی ہے۔ جنسی مساوات (Gender Equality) کے نظریہ نے عورت کو ہر میدان میں مردوں سے مسابقت، برابری اور مردوں کے دائرہ کار ہی میں اپنی صلاحیتوں کا جوہر دکھانے کی ذہنیت پیدا کی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں مجموعی طور پر عورت مرد کی طرح بن کر کچھ کرنے میں تو ناکام رہتی ہے، مگر اپنے مدارِ حیات سے بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ نتیجۃً خاندانی نظام کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ خاندان کے لیے انتظامی سربراہ کو قرآن نے قوام کا منصب عطا کیا ہے۔ جنسی مساوات کے نام پر یہ تصورِ قوامیت ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ بڑھتی ہوئی جنسی بے راہ روی اور اسقاطِ حمل جیسی برائیاں اسی تصورِ آزادی کی پیدا کردہ ہیں۔ بقول ڈاکٹر خالد علوی: "مسلمان معاشرے مغرب کی نقالی میں اور مغرب کے دباؤ کی وجہ سے اپنی عورتوں کو آزادی پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اس کا انجام معاشرتی اداروں کی تباہی اور اخلاقی فساد کے سوا کچھ اور نہیں ہوگا۔"[3] چنانچہ

۱۔ النساء، ۳۶۔

۲۔ الترمذی، سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی حق الجوار، رقم الحدیث ۱۹۴۴۔

۳۔ ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، جون ۲۰۰۵ء، ص ۵۳۰۔

مغرب کے تصور حریت اور جدت پسندی نے ہمارے معاشرے کے تین اخلاقی آداب واطوار یعنی کھانے پینے، طرزِ لباس اور طرزِ گفتگو پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔

کھانے پینے میں مغربی طور طریقے:

آج کل جدت پسندی کے نام پر کھانے پینے میں بھی نئے انداز اور طور طریقے اپنائے جا رہے ہیں۔ جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں بلکہ طبّی لحاظ سے بھی ضرر رساں ہیں۔ مثلاً کھڑے ہو کر کھانا، چلتے پھرتے فاسٹ فوڈ کی کثرت وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کھانے کی کوئی چیز نیچے گر گئی ہے تو اسے جھاڑ کر صاف کر کے کھالینا چاہئے[1] جبکہ آج کل اسے بدتہذیبی خیال کیا جاتا ہے۔

کھانا کھانے کے سلسلہ میں تہذیب وشائستگی کی تربیت کے لیے حضرت رسول اکرم ﷺ کی واضح ہدایات مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی زیرِ پرورش تھا۔ کھانا کھانے کے دوران میرا ہاتھ برتن میں چاروں طرف حرکت کر رہا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (یاغلام سمّ الله وکل بیمینک وکل مما یلیک)[2] اس حدیثِ مبارکہ میں حضور ﷺ نے کھانے کے تین آداب بیان فرمائے ہیں۔ پہلا ادب یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، دوسرا ادب یہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے کھاؤ، تیسرا ادب یہ ہے کہ اپنے سامنے سے کھاؤ۔ ادھر ادھر ہاتھ نہ لے جاؤ۔ نبی اکرم ﷺ نے قران یعنی دو دو کھجوریں ایک ساتھ کھانے سے منع فرمایا ہے[3] کہ جو کھجوریں رکھی ہیں اس میں سب کا برابر حق ہے۔ دوسروں کا حق مارنا جائز نہیں۔

اس حدیث کی شرح میں مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں: آج کل کی دعوتوں میں سیلف سروس کا رواج ہے کہ آدمی خود اٹھ کر جائے اور اپنا کھانا لائے اور کھانا کھائے۔ اب اسی کھانے میں تمام کھانے والوں کا مشترک حق ہے۔ اب اگر ایک شخص جا کر بہت سارا کھانا اپنے برتن میں ڈال کر لے آیا اور دوسرے اس کو دیکھتے رہ گئے تو یہ بھی

۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء اذا ذهب كسرى فلا كسرى بعده، رقم الحدیث ۲۱۴۲۔

۲۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاطعمة، باب الاکل مما یلیه، رقم الحدیث ۵۳۷۷۔

۳۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاطعمة، باب القران فی التمر، رقم الحدیث ۵۴۴۶۔

اس اصول کے تحت ناجائز ہے اور اس قران میں داخل ہے جس سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔[1] پانی پینے کے سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ پانی بیٹھ کر پیا جائے اور تین سانس میں پیا جائے۔[2] چند ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پانی پینا بھی ثابت ہے۔[3]

لباس کی آزادی اور جدت پسندی:

دنیا میں بسنے والی تمام اقوام اپنے ماحول اور روایات کے مطابق مخصوص وضع قطع کا لباس اختیار کرتی ہیں۔ جو ان قوموں کی تہذیبی اور ثقافتی روایات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ لباس کے انسان کے اخلاق واعمال پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ایسا لباس جو ستر پوشی کا کام دے وہ انسان میں حیا کا وصف پیدا کرتا ہے جبکہ نیم عریاں اور نیم برہنہ لباس سے بے حیائی اور بہیمانہ صفات پیدا ہوتی ہیں۔

برصغیر پر طویل عرصہ تک انگریز سامراج کے تسلّط کے باعث مسلمانوں نے لباس وپوشاک میں مغربی طور طریقے اختیار کر لئے۔ دیکھا گیا ہے کہ مسلمان عورتوں اور لڑکیوں میں بھی انتہائی چست، باریک اور نیم عریاں لباس کا فیشن ہے۔ نت نئے ڈیزائن کے ملبوسات کی نمائش کے لیے ماڈلنگ شوز منعقد کیے جاتے ہیں اور ٹی وی چینلز ان پروگراموں کو دکھاتے ہیں۔ ٹی وی ڈراموں اور دیگر کئی پروگراموں میں عورتیں جینز شرٹ میں ملبوس مغربی تہذیب کی نقالی کرتی نظر آتی ہیں۔ نیم عریاں یا مغربی طرز کے لباس کا کچھ عرصہ قبل تک اونچے طبقوں کی عورتوں میں یا شوبز سے وابستہ عورتوں میں رواج تھا۔ مگر اب متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والے گھروں کی لڑکیاں بھی ایسا لباس بغیر جھجک کے زیب تن کرتی ہیں۔ مغرب سے متاثر لوگ اسلامی لباس کی شرعی حدود وقیود کو ضیق اور تنگی کہہ کر حدیث "الدّین یسر"[4] (یعنی دین آسان ہے) سے ردّ کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اس حدیث سے لباس کی آسانی تو ثابت ہوتی ہے لیکن آزادی اور بے قیدی نہیں۔ یہ لوگ پروپیگنڈہ بھی کرتے ہیں کہ آدمی اگر اپنی مرضی

۱۔ **اسلامی زندگی کے سنہری آداب**، ص ۵۰

۲۔ مسلم بن حجاج القشیری، **صحیح مسلم**، کتاب الاشربة، باب کراھیة التنفس فی نفس الاناء، رقم الحدیث ۳۷۸۲۔

۳۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الحج، باب ما جاء فی زمزم، رقم الحدیث ۱۵۶۹، **سنن نسائی**، کتاب المناسک الحج، باب الشرب من زمزم قائما، رقم الحدیث ۲۹۱۶، **مسند احمد**، رقم الحدیث ۲۱۷۴، **صحیح مسلم**، کتاب الاشربة، باب کراھیة الشرب قائما، رقم الحدیث ۳۷۷۶۔

۴۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الایمان، باب الدین یسر، رقم الحدیث ۳۹۔

اور ماحول کے مطابق کوئی لباس اختیار کرلے تو اس کے بارے میں شریعت کو بیچ میں لانا اور شریعت کے احکام سنانا تنگ نظری ہے۔ حالانکہ دنیا کے تمام مذاہب نے برہنگی کو قابلِ اعتراض قرار دیاہے۔ دین اسلام نے ستر پوشی کو فرض قرار دیاہے کہ بلا مجبوری اس کے بغیر نماز بھی ادا نہیں ہو سکتی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ (کبھی برہنہ نہ ہو، کیونکہ تمہارے ساتھ فرشتے رہتے ہیں۔ جو بضرورت برہنگی کے وقت تم سے علیحدہ ہو جاتے ہیں تو ان سے شرم کرو اور ان کالحاظ رکھو)۔[1] اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تہذیب وسلیقہ کا یہ درس دیا: ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ﴾[2] (اے آدم کے بیٹو! ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہاری شرمگاہوں کو ڈھانپتاہے اور زینت ہے اور پرہیز گاری کا یہ لباس بہتر ہے)۔

حریت اظہارِ رائے:

تہذیب وشائستگی کے معیار کو پرکھنے کے لیے انسان کی زبان ایک ایسا آلہ ہے جو مہذّب وغیر مہذّب اور شائستہ وناشائستہ لوگوں کے درمیان فرق وامتیاز قائم کرتاہے۔ مغرب کے تصوّرِ حریت اظہار رائے نے گفتگو میں تہذیب وشائستگی کے معیار کو بدل کر رکھ دیاہے۔ غیر مہذّب اور ناشائستہ گفتگو کی ترویج میں ٹی وی چینلز نہایت منفی کردار ادا کر رہے ہیں۔

اکثر ٹاک شوز میں ایک دوسرے کے خلاف تند وتیز اور نازیبا الفاظ کہے جاتے ہیں جو سنجیدہ اور غیر مہذّب گفتگو کاماحول پیدا کرتے ہیں۔ ان ٹاک شوز میں تمام اشخاص ایک ہی وقت میں دوسرے کی بات سننے کی بجائے اپنے مؤقف کو تیز انداز میں بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ ٹاک شوز دوسرے کو بولنے کا موقع نہ دینا جیسے منفی طرزِ عمل اور طرزِ گفتگو کو متعارف کروار ہے ہیں۔

دینِ اسلام ایک دوسرے پر لعن طعن اور دشنام طرازی کرنے کی بجائے شائستگی ونرمی اور اچھی بات کہنے کی تلقین کرتا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے: ﴿ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾[3] (اور تم لوگوں سے اچھی بات کہو) نیز ارشادِ نبوی ﷺ ہے: (ليس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذیّ)۔[4]

۱۔ ترمذی، **السنن**، ابواب الادب، باب ماجاء فی الاستتار عند الجماع، رقم الحدیث ۲۸۰۰۔

۲۔ سورۃ الاعراف: ۲۶۔

۳۔ سورۃ البقرۃ: ۸۳۔

۴۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الادب، باب ما ینهي من السباب واللعن، رقم الحدیث ۶۰۴۴۔

ٹی وی چینلز کے کئی پروگرام مزاحیہ گفتگو، ہنسی مذاق اور لایعنی گفتگو پر مشتمل ہوتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے کہ لایعنی گفتگو سے بچا جائے جیسا کہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: (من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه)[۱] بعض اوقات انسان دوسروں کو ہنسانے اور دل لگی کے لیے مزاحیہ گفتگو کرتا ہے۔ لیکن وہی گفتگو اس کے لیے وبالِ جان بن جاتی ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: (ویل للذی یحدث بالحدیث لیضحک به فیکذب فویل له فویل له)[۲] (ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو ہنسانے کی غرض سے جھوٹی بات کہتا ہے۔ پس اس کے لیے ہلاکت ہے۔ پس اس کے لیے ہلاکت ہے)۔ لایعنی ہنسی مذاق والی گفتگو سنجیدہ اور باوقار شخصیت کے منافی ہے، گفتگو کا یہ طرز انسانوں کے اندر سے سنجیدگی، بردباری اور وقار جیسے اعلیٰ اوصاف کو ختم کرتا جارہا ہے۔ جبکہ دینِ اسلام سنجیدگی، تدبر اور میانہ روی کو پسند کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سرجس مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سنجیدگی، تدّبر اور میانہ روی نبوّت کا چوبیسواں حصہ ہے۔"[۳] حدیث میں مذکور الفاظ "السمت الحسن" سے مراد اچھا روّیہ، بہتر طور طریقہ اور سنجیدگی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشج عبدالقیس سے فرمایا: (ان فیک خصلتین یحبهما الله الحلم والأناة)[۴] (بے شک تمہارے اندر دوعادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ ایک حلم و عقل اور دوسری وقار و تدّبر)۔

عام بول چال میں انگریزی زبان کا بے تحاشا استعمال بھی لمحہء فکریہ بن چکا ہے۔ بعض لوگ ہر جملے میں دو تین الفاظ انگریزی کے بول جاتے ہیں بسا اوقات آدھا فقرہ اردو میں اور آدھا انگریزی میں بولتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اردو زبان کی شیرینی، ادبیت اور لطافت ناپید ہوتی جارہی ہے۔ ایک وقت میں دو دو زبانوں میں گفتگو کرنے سے انسان کی شخصیت بھی متلوّن مزاج ہوجاتی ہے۔ کیونکہ زبان کا انسان کی شخصیت اور کردار پر گہرا اثر

۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب ما جاء فی تکلم بالکلمة لیضحک الناس، رقم الحدیث ۲۳۱۰۔

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب ما جاء فی تکلم بالکلمة لیضحک الناس، رقم الحدیث ۲۳۱۰۔

۳۔ ترمذی، السنن، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی التانی والعجلة، رقم الحدیث ۲۰۱۰۔

۴۔ ایضا، رقم الحدیث ۲۰۱۱۔

ہوتا ہے۔ زبان میں ایک نیا بگاڑ موبائل فون میں SMS کے ذریعے بھی آرہا ہے۔ جس میں انگریزی رسم الخط میں اردو کے الفاظ تحریر کیے جاتے ہیں۔ بقول خالد جامعی: "کیا موبائل فون صرف ایک آلہ ہے یا ایک تہذیب، تمدّن، ثقافت، تاریخ، زبان، بیانِ اسلوب اور نیا طرزِ زندگی بھی ہے۔ SMS کے ذریعے ایک نئی زبان، نئی تہذیب، غلط رویے، غلیظ معاشرت، عامیانہ طرزِ زندگی، بے ہودہ اشارے کنائے اور جملے ایجاد کیے گئے ہیں۔ زبان وبیان کی نزاکت ولطافت کو ختم کردیا ہے۔ اور سہولت کے نام پر زبان کا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔ تاکہ کم سے کم وقت میں، کم سے کم الفاظ میں یاوہ گوئی کی جاسکے۔"(۱)

زبان کی تہذیب وشائستگی سے متعلق بھی ہمیں نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔ ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت ابوہریرہؓ نے بڑی تیزی کے ساتھ حدیث بیان کرنی شروع کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر اعتراض کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایسی تیزی کے ساتھ گفتگو نہیں کرتے تھے بلکہ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے الفاظ کو گننا چاہتا تھا تو گن سکتا تھا۔(۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے کلام میں ترتیل وترسیل پائی جاتی تھی۔ یعنی ہر لفظ جدا جدا ہوتا تھا۔ اور گفتگو میں عجلت نہیں فرماتے تھے۔(۳) ارشادِ نبوی ﷺ ہے: (اللہ اس بلیغ آدمی کو مبغوض رکھتا ہے جو اپنی زبان کو اس طرح توڑتا موڑتا ہے، جس طرح بیل اپنی زبان کو توڑ مروڑ کے گھاس کھاتا ہے)۔(۴)

الغرض زبان نیکی کا ذریعہ بھی ہے اور برائی کا آلہ بھی۔ اس کے صحیح استعمال سے دین ودنیا دونوں سدھر جاتے ہیں اور برے استعمال سے دنیا کے معاملات بھی خراب ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی انجام برا ہوگا۔

معمولاتِ زندگی میں تہذیب وشائستگی کی تربیت:

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے امّت مسلمہ کی تہذیب وتربیت کے لیے معمولاتِ زندگی میں ایسے آداب کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے جن کے اپنانے سے انسان مہذب، شائستہ اور باوقار بن جاتا ہے۔ اور اس کی زندگی منظم ومنضبط ہوجاتی ہے۔

۱۔ ملاحظہ ہو جامعی کا مضمون "موبائل فون، مضرات ونقصانات"، ماہنامہ البرہان، جنوری ۲۰۱۱ء، ص ۵۰۔

۲۔ ابوداؤد، **سنن ابی داؤد**، کتاب العلم، باب تکریر الحدیث، رقم الحدیث ۳۶۵۴-۳۶۵۵

۳۔ ابوداؤد، **سنن ابی داؤد**، کتاب الادب، باب الھدی فی الکلام، رقم الحدیث ۴۸۳۸

۴۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فی المتشدّق فی الکلام، رقم الحدیث ۵۰۰۵

تہذیب وشائستگی کے امور میں سے سب سے اہم چیز طہارت وصفائی ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (الطھور شطر الایمان)[1] (صفائی نصف ایمان ہے)۔ بحیثیت مسلمان ہر فرد کو اپنے کپڑے، گھر، گلیوں اور محلّوں کو صاف رکھنا، نیز جہازوں، ریل گاڑیوں اور پبلک مقامات پر موجود غسل خانوں کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا اور صاف کرنا لازم ہے۔ اس مقالہ میں تمام آداب کو بیان کرنا دشوار ہے۔ نمونے کے طور پر چند اہم آداب درج ذیل ہیں۔

انسان کی بعض حرکات وسکنات تہذیب وشائستگی کے خلاف ہوتی ہیں جنہیں دیکھ کر دوسرے لوگوں کو ناگواری محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً جمائی لینا، اسی لیے آپ ﷺ نے تلقین فرمائی ہے کہ "جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو اپنے منہ کو بند کرلے کیونکہ شیطان اس کے منہ کے اندر گھس جاتا ہے"۔[۲]

بعض لوگ چھینک کر الحمدللہ کہنے کی بجائے (Excuse me) کہتے ہیں۔ حالانکہ اس میں کسی کو تکلیف نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے چھینک آنے پر الحمدللہ اور جواب میں یرحمک اللہ کہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ڈکار کے متعلق سنن ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے ایک شخص نے ڈکار لی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی ڈکار کو روکو۔ کیونکہ جو لوگ دنیا میں بہت زیادہ پیٹ بھر لیتے ہیں وہ آخرت میں سب سے زیادہ بھوکے رہیں گے۔[۳] اس حدیث سے ضمناً ڈکار کی کراہیت بھی ثابت ہوتی ہے۔

مجلس میں تہذیب وو قار کی شکل پیدا کرنے کے لیے فرمایا کہ کوئی شخص مجمع کو چیر کر آگے بیٹھنے کی کوشش نہ کرے بلکہ جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائے۔ صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کی مجلسوں میں اسی طرح بیٹھتے تھے۔[۴]

راستے کے آداب سے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ (ایاکم والجلوس فی الطرقات، صحابہ نے عرض کیا ہماری مجبوری ہے کہ ہم محفل جماتے ہیں اور آپس میں گپ شپ کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اتنی

۱۔ شعب الایمان، باب الصلاۃ، رقم الحدیث ۲۵۴۸

۲۔ ابوداؤد، **سنن ابی داؤد**، کتاب الادب، باب ما جاء فی التثاؤب، رقم الحدیث ۵۰۲۶۔

۳۔ **سنن ابن ماجۃ**، کتاب الاطعمۃ، باب الاقتصاد فی الاکل وکراھۃ الشبع، رقم الحدیث ۳۳۵۰۔

۴۔ البخاری، الادب المفرد بالتعلیقات، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع، ۱۴۱۹ھ، باب یجلس الرجل حیث انتھی، رقم الحدیث ۱۱۴۱۔

مجبوری ہے تو راستے کا حق ادا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا راستے کا حق کیا ہے؟ فرمایا نظروں کو جھکا کر رکھو، تکلیف دہ چیز کو دور کرو، سلام کا جواب دو اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرو)۔[۱] یہ حدیث ٹریفک کے نظام میں نظم وضبط کی پابندی اختیار کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ ہمارے ملک پاکستان میں ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی معمولی چیز بن گئی ہے حدیث کے الفاظ میں "کف الأذی" یعنی تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ایک جامع کلمہ ہے۔ چنانچہ گاڑی چلاتے وقت غلط انداز میں اوورٹیکنگ کرکے دوسرے کو تکلیف پہنچانا، ٹریفک سگنلز کی خلاف ورزی کرنا، خواہ مخواہ ہارن بجاتے رہنا، جارحانہ انداز میں گاڑی چلانا، گاڑی کو غلط جگہ پارک کرنا، ناجائز تجاوزات قائم کرنا یہ سب چیزیں کف الأذی کے تحت آتی ہیں۔

دینِ اسلام اجتماع کے مواقع پر نظم وضبط اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ خود ایسے مواقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نظم وضبط اور سکون کی تلقین فرماتے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات میں آپ ﷺ نے خطبہ سے فارغ ہو کر ظہر اور عصر کی نماز اکٹھے ادا کی۔ غروبِ آفتاب کے قریب آپ ﷺ نے وہاں سے چلنے کی تیاری کی۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اونٹ پر پیچھے بٹھالیا۔ آپ ﷺ ناقہ کی زمام کھینچے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اس کی گردن کجاوے میں آکر لگتی تھی۔ لوگوں کے ہجوم سے ایک اضطراب سا پیدا ہو گیا تھا لوگوں کو دستِ راست اور بخاری میں ہے کہ کوڑے سے آپ ﷺ اشارہ کرتے جاتے تھے کہ "آہستہ آہستہ" اور زبان مبارک سے ارشاد فرمارہے تھے: (السکینة یاایھاالناس السکینة یاایھاالناس)[۲] جہاں بہت سے لوگوں کو باری باری کوئی کام انجام دینا ہو وہاں فطری طریقہ یہی ہے کہ آنے والوں کی ترتیب سے ایک قطار بنالی جائے۔ ایسے موقع پر لائن توڑ کر آگے بڑھنے کی کوشش کرنا یا اس کے لیے دھینگا مشتی کرنا، اس سے دوسروں کی شدید حق تلفی ہوتی ہے جو بداخلاقی اور ناشائستگی ہونے کے علاوہ گناہ بھی ہے۔ آج غیر مسلم قومیں اس بات کا لحاظ رکھتی ہیں بلکہ ان کا مزاج ہی یہ بن چکا ہے کہ جہاں دو آدمی جمع ہوں گے فوراً آگے پیچھے ہو کر قطار بنالیں گے۔

۱۔ ابوداؤد، **السنن**، کتاب الادب، باب فی الجلوس فی الطرقات، رقم الحدیث ۴۸۱۵۔

۲۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الحج، باب امر النبی ﷺ بالسّکینة عند الافاضة و اشارته الیه بالسّوط، رقم الحدیث ۱۶۷۱۔

دینِ اسلام تو جنگوں میں بھی تہذیب وشائستگی اور صف بندی کی تعلیم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مجاہدین کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ﴾[1]

(جو لوگ خدا کی راہ میں (ایسی طور) پر پرے جما کر لڑتے ہیں گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں وہ بیشک محبوب مددگار ہیں۔)

بہت سے اسلامی ممالک پر ایسا طبقہ برسرِ اقتدار ہے جو ایک طرف اسلامی طریقوں سے ناآشنا ہے اور دوسری طرف مغربی تہذیب سے متاثر ہے۔ حالانکہ امت مسلمہ کے حکمرانوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنی خودداری، حیثیت اور غیرت کو پیشِ نظر رکھ کر مغرب کو نمونہ تقلید بنانے کی بجائے اس اسوۂ حسنہ کی طرف لوٹیں جس کی پیروی میں ان کی اخروی اور دنیوی فوز وفلاح مضمر ہے۔ اسلامی تہذیبی اقدار کی ترویج واشاعت کے لیے حکمرانوں کو دواہم محاذوں پر توجہ دینا ہوگی۔ پہلا محاذ نظامِ تعلیم ہے، قرآن وسنّت کی روح کے مطابق ایسا نظامِ تعلیم قائم کیا جائے جس میں مقاصدِ تعلیم، نصابِ تعلیم اور طریقِ تعلیم تینوں اسلامی اقدار وروایات کی عکاسی کرتے ہوں۔

دوسرا اہم معاملہ ذرائع ابلاغ کی تطہیر واصلاح ہے۔ اسلامی ممالک کے ٹی وی چینلز پر دکھائی جانے والی فلمیں، ڈرامے اور اشتہارات مغربی ثقافت کو ترویج دے رہے ہوتے ہیں۔ حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ ٹی وی اور کیبل پر ان بے ہودہ اور لہو ولعب کی طرف مائل کرنے والے پروگراموں کی بجائے مثبت اور مقصد سے بھرپور مہذّب پروگراموں کے ذریعے افرادِ معاشرہ کو عملی زندگی میں تہذیب وشائستگی اور نظم وضبط کی پابندی قائم رکھنے کی تربیت کریں۔ تاکہ وہ ایک مہذب اور منظم فلاحی معاشرہ قائم کرسکیں۔ اگر حکمران خود مغربی تہذیب کے پیروکار ہوں اور اسلامی تعلیمات سے منحرف ہوں تو اس صورت میں معاشرہ کے صالح افراد اور اسلامی جماعتوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ تبلیغ وتلقین اور نصیحت کے تمام ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے افرادِ معاشرہ کو نام نہاد تہذیب وشائستگی کے تصوّرات کے گرداب سے نکال کر صراطِ مستقیم پر لانے کی کوشش کریں۔

۱- سورۃ الصّف: ۴۔